سیکشن ب

سوال نمبر 2

(iv)

ابتدائی جملے :-

ابتدائی جملے عموماً دو جملوں پر مشتمل ہوتے ہیں جس میں دوسرا جملہ پہلے جملے کے شک کو دفع کرتا ہے۔

ان جملوں میں پس، تاہم، اور، لیکن، سو، پھر، بلکہ وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

مثلاً :-

i):- اتنا بڑا عالم اور اس قدر سنگ دل۔

ii):- وہ دوست تو ہے تاہم مصیبت کا ساتھی نہیں۔

iii):- وہ شریف باپ کا بیٹا ہے لیکن ہے

بہت آوارہ۔

iv:- اس نے صرف خود غرضی ہی نہیں کی بلکہ مجھے طرح طرح کی تکالیف بھی پہنچائی ہیں۔

(5)

ix

صنعتِ تجنیس تام :-

کلام میں الفاظ کہنا جو تحریر میں ایک جیسے ہوں، اعراب بھی ایک جیسے ہوں لیکن مطلب جدا ہو، صنعتِ تجنیس تام کہلاتا ہے۔

(5)

مثلاً :-

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی۔

اس شعر میں ایک "کیا" فعل ہے جبکہ دوسرا "کیا" سوال کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانہ دل کے مکینوں میں۔

اس شعر میں ایک " میں " کا مطلب اسم ضمیر ہے جبکہ دوسرے " میں " کا مطلب جدا ہے۔ لہذا یہاں پر تجنیس تام استعمال ہوا ہے۔

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صیاد نے
کون رہا کون رہا ہو گیا۔

xiii

تفصیلیہ :-

تفصیلیہ کی علامت مندرجہ ذیل ہے :-

(:-)

استعمال :-

(i) :- تفصیلیہ " تفصیل " سے نکلا ہے جس کے معنی فہرست یا تشریح کرنے کے ہیں۔

تفصیلیہ کا استعمال وہاں کیا جاتا ہے جہاں کوئی فہرست یا تفصیل بیان کرنی ہو۔

مثلاً :-

لائبریری کیلئے خریدی گئی کتابوں کی تفصیل یہ ہے :-

بانگِ درا، تصوراتِ اقبال، ضربِ کلیم، زبورِ عجم۔

(ii) جب کسی عبارت میں کوئی مثال پیش کی جائے۔

مثلاً :-

حروفِ اضافت سے ملنے والے مرکبات کو مرکبِ اضافی کہا جاتا ہے۔

مثلاً :-

احمد کا گھر، راحیل کی ماں وغیرہ۔

(iii) جب کسی عبارت میں تفصیل بیان کرنی ہو تو بھی " تفصیلیہ " لگاتے ہیں۔

5

مثلاً :-

ذرا میری روداد سنو :- میں صبح ساتھ بجے اٹھا، نماز پڑھی، گھر سے نکلا . . . .

XII

مرکزی خیال:-

"بڑھے چلو" اختر شیرانی کی لکھی گئی ایک نظم ہے۔ اس نظم میں انہوں نے نوجوانانِ وطن کو وطن کے دفاع کے خاطر تن، من، دھن کی قربانی دینے کی ترغیب دی ہے اور انہیں وطن کے دفاع کا مضبوط سہارا قرار دیا ہے۔ انہوں نے نوجوانانِ وطن سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ اے میرے ملک کے نوجوانوں! وطن کی بقا کا انحصار تمہارے کندھوں پر ہے۔ لہذا تمہیں اس وطن پر جان کی بازی لگانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ وطن کے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اس ملک کی تعمیر و ترقی اور خوشحالی کیلئے کوشاں رہے۔ ان مقاصد کے حصول میں جو بھی رکاوٹیں سامنے آئیں، ان کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے آگے بڑھے اور بڑھتے جائیں۔ نوجوانانِ وطن ملک کی ترقی و خوشحالی اور امن کیلئے جدوجہد جاری رکھے۔

xi

سقراط کے مخالفین کے الزامات:-

سقراط یونان کا ایک مشہور حکیم اور فلسفی تھا۔ وہ مختلف جلسوں میں تقریریں کرتا اور لوگوں کو حکمت و فلسفہ کے نازک مسئلے سمجھایا کرتے تھے۔ سقراط کی ناموری اور مشہوری کی وجہ سے اُن کے مخالفین سقراط سے جلنے لگے اور اُن سے حسد کرنے لگے۔
سقراط کی مخالفین نے سقراط پر یہ الزام لگایا کہ وہ نوجوانان ایتھنس کی اخلاقیات کو خراب کرتا ہے اور انہیں والدین کی اطاعت نہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

سقراط کو سزا کی تجویز:-

سقراط کے مخالفین ایسا موقع تلاش کر رہے تھے جس سے سقراط کو بادشاہ کی نظر میں مجرم ٹھہرایا جا سکے۔ سقراط کی تقریروں نے انہیں یہ موقع فراہم کیا۔ انہوں نے مندرجہ بالا الزامات کے تناظر میں سقراط کو بادشاہ کے نظر میں مجرم ٹھہرایا۔

نتیجتہً سقراط کو موت کی سزا تجویز دی گئی۔
سقراط نے زہر کا پیالہ خوشی سے پی کر اپنی جان
دے دی۔

Vii

اخلاقی سبق :-

"کتبہ" غلام عباس کا لکھا گیا افسانہ ہے۔
اس افسانے میں انہوں نے اس بنیادی نکتہ
کو اجاگر کیا ہے کہ انسان اس دنیا میں بے شمار
تمنائیں اور آرزوئیں لے کر آتا ہے۔ وہ ساری
زندگی اس آس اور امید میں گزار دیتا ہے
کہ بس اس کی زندگی میں انقلاب آجائیں اور
اس کی خستہ حالی اور بدحالی خوشحالی اور آسودہ
حالی میں تبدیل ہو جائیں۔ ان مقاصد کے
حصول کیلئے وہ دن رات سخت مشقتیں،
اور اذیتیں جھیلتا ہے۔ وہ دن رات
تدبیریں بناتا ہے لیکن تقدیر کے
فیصلے اُن کے تدابیر پر پانی پھیر دیتا ہے
اسی طرح ہی وہ ان ناکام آرزوؤں اور حسرتوں
کو لیکر ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا
ہے۔

7

ماسٹر الیاس :-

ماسٹر الیاس نہایت سیدھے سادے آدمی تھے۔ انہیں زمانے کے ساتھ چلنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا۔ وہ کچھ اس انداز سے گفتگو کرتے تھے کہ وہ گویا جھوٹ معلوم ہوتی تھی۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے، ہیرا پھیری نہیں کرتے تھے، شیخی نہیں بگھارتے تھے۔ ماسٹر الیاس اتنے سیدھے سادے آدمی تھے کہ وہ گویا انسان ہی نہیں لگتے تھے۔

محسن محلہ کے لوگ ماسٹر الیاس سے دوستی کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

وجہ :-

وہ اس لئے دوستی کرنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ ماسٹر الیاس کے علم بیان میں بے شمار غلطیاں ہوتی تھی۔ لوگ اس سے جلد بیزار ہو کر متنفر ہو جاتے تھے۔ محسن محلہ کے لوگ ماسٹر الیاس کی عزت تو کرتے تھے مگر نہیں

کوئی دوست بنانے پر آمادہ نہیں تھا کیونکہ وہ ماسٹر الیاس کو معاشرے پر ایک بوجھ سمجھتے تھے۔

vi

راجہ صاحب کا جواب:-

محلہ والوں کے سمجھانے پر راجہ صاحب نے یہ جواب دیا کہ " یہ عورتوں کا معاملہ ہے، اگر میں اور آپ اس میں مداخلت کریں گے تو اچھے نہیں لگیں گے۔ اگر آپ اپنی بیگم صاحبہ کو آپ ان کے پاس بھیجیں گے تو سبحان اللہ ورنہ اکٹھے رکھے برتن بھی ٹکرا کر بج اٹھتے ہیں، یہ تو ماشاءاللہ ہنستی بولتی عورتیں ہیں"۔

5

افسانے کا نام:-

اس افسانہ کا نام " مائیں " ہے جو " احمد ندیم قاسمی " نے لکھا ہے۔

ii

عبدالودود قمر میاں جعفری کے دوست تھے۔ ان کی دوستی سارے شہر میں ضرب المثل بن چکی تھی۔ وہ ایک دوسرے کیلئے جان کی قربانی دینے کیلئے تیار تھے۔ دائرہ ادبیہ کے قیام اور اس کی ترقی میں مدد کرنے والے عبدالودود قمر ہی تھے۔ وہ دائرے کے ناظم اعلیٰ اور کرتا دھرتا تھے۔ ضیا جعفری اور عبدالودود قمر دونوں تصوف کے دلدادہ تھے۔ اُن دونوں کی تصوف کی بھی چاٹ تھی۔ صحافت میں بھی ہم قدم تھے مگر دونوں کے سیاسی نظریات مختلف تھے۔ عبدالودود قمر روزنامہ "انگارہ" کے نائب مدیر تھے۔

مصنفین کے نام:

دائرہ ادبیہ میں شامل مصنفین کے نام درج ذیل ہیں:

"فارغ بخاری، نذیر مرزا برلاس، مظہر گیلانی، مبارک جبین عاجز، اسیر انور رضائی، عظیم تارتاری، جگر کاظمی اور خالص ملی شامل ہیں۔"

X

ستارے

نظم "بڑے ڈرپوک ہو" میں ڈاکٹر وزیر آغا سے
مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تم بڑے ڈرپوک ہو، صرف
دن کے وقت نکلتے ہو۔ کبھی کبھار ماتا کے
آنسوؤں کی شکل میں، تو کبھی ملتی چاند میں
خاموشی سے نکلتے ہو۔ کبھی روشنی کے بے شمار
مبنجوں کی شکل میں اندھیرے میں نکل آتے
ہو۔ مگر ایسی حالت میں کہ نہ جیتے ہو اور
نہ مرتے ہو۔ تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں
کہ دن کتنا روشن اور طویل ہوتا ہے۔
اور تم اس تارے کے دیدار سے بھی محروم ہو
جو دن کو نکل کر بہادری کا ثبوت دیتے
ہیں۔ وہ بہادر تارا ہر قسم کے حالات کا
مقابلہ کرنے کیلئے تن تنہا میدان میں آتا ہے۔
اور شام کے اندھیرے میں خود اپنے ہاتھوں
قتل ہو جاتا ہے

(ب)

حصہ سوم

سوال نمبر 4

حوالہ متن :-

یہ شعر فیض احمد فیض کے لکھے گئے غزل سے لیا گیا ہے۔ فیض احمد فیض اعلیٰ پایہ کے ادیب اور شاعر تھے۔ وہ اپنی شاعری میں تشبیہات اور استعارات کا بخوبی استعمال کرتے تھے۔

تشریح :-

اس شعر میں شاعر فیض احمد فیض کہتے ہیں کہ جو شخص شان و شوکت سے پھانسی کے تختے پر کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کی یہ شان ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ یعنی جو لوگ کسی خاص مقصد کے حصول کیلئے جان کی قربانی دیتے ہیں تو اس کا نام تاریخ میں سنہرے الفاظ میں لکھا جاتا ہے، اُس کا نام تاریخ میں امر ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ قوم

کے ہاتھ کا جھومر ہوتے ہیں ان لوگوں کو عزت
اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - ورنہ
انسانی جان تو ایک معمولی سی چیز ہے روزانہ
ہزاروں کی تعداد میں لوگ پیدا ہوتے ہیں اور
ہزاروں کی تعداد میں اس دنیا سے رخصت
ہو جاتے ہیں - موت ایک اٹل حقیقت ہے
لیکن حقیقی موت اور وہ زندگی وہ ہے جو خاص
مقصد کے حصول کیلئے دی جائے - یہ لوگ ہمیشہ
کیلئے لوگوں کے دلوں میں زندہ ہوتے ہیں -

زندگی شمع کے مانند جلاتا ہوں ندیم .
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح بھی تو کر جاؤں گا .

" گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں . "

حوالہ متن :-

یہ شعر فیض احمد فیض کے
لکھے گئے غزل سے لیا گیا ہے -

تشریح :-

اس شعر میں شاعر محبوب کی
خاطر ایک قربانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے
کہ اگر محبوب کا دل جیتنے کیلئے عشق کا کوئی

مقابلہ ہو تو عاشق کو چاہیئے کہ وہ اپنا تن من دن سب کچھ قربان کر دے اور محبوب کا ساتھ حاصل کرنے کیلئے داؤ پر لگا دے کیونکہ اگر وہ عشق و محبت کا مقابلہ جیت گئے تو یہ تو اس کی کامیابی ہی کامیابی ہے کیونکہ اس سے محبوب کا ساتھ حاصل ~~ہوسکے~~ ہو جائے گا لیکن اگر ~~وہ~~ عشق کا مقابلہ جیت نہ پائے تو یہ بھی کوئی ناکامی نہیں کیونکہ اس سے محبوب کے دل میں ہمیشہ کیلئے یہ بات رہ جائے گی کہ میرے عاشق نے میرے لئے قربانی تھی۔

کسی عاشق کیلئے محبوب کی خاطر قربانی دینا کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ وہ تو اپنی ساری زندگی محبوب کے خاطر ہی گزارتا ہے۔ لہذا کسی چیز کی قربانی دینا کوئی بات نہیں ہے۔

تیرا در چھوڑ کے میں اور کدھر جاؤنگا

گھر میں گھر جاؤنگا صحرا میں بکھر جاؤنگا۔

~~6~~

سوال نمبر 3

(حصہ الف)

حوالہ متن :-

یہ اقتباس خواجہ حسن نظامی کے لکھے گئے مضمون " فاقہ میں روزہ " سے لیا گیا ہے۔ خواجہ حسن نظامی ایک اعلیٰ پایہ کے ادیب اور محقق تھے۔ وہ سلیس اور سادہ الفاظ کا استعمال کثرت سے کرتے تھے۔ وہ اپنے کلام میں تشبیہات اور استعارات کا استعمال بھی کرتے تھے۔

سیاق و سباق :-

خواجہ حسن نظامی نے اپنے سبق " میں ایک کنبہ کی دردناک کہانی بیان کی ہے۔ مرزا شاہ زور جو ابو ظفر بہادر شاہ کے پوتے تھے، انہوں نے خوشحالی اور ہر چیز کی وافر موجودگی

کا زمانہ دیکھا تھا جب تنگ دستی اور غربت کا
زمانہ دیکھا تو خون کے آنسو رویا۔ غدر سے
پہلے جامع مسجد میں ہر طرف اللہ والوں کا ہجوم
ہوتا تھا۔ کہیں پر قرآن خوانی ہوتی تھی تو کہیں
پر مسائل دین پر گفتگو ہوتی تھی۔ کہیں پر فقہائے
کرام کسی دینی مسئلے پر بحث و مباحثہ کرتے
تھے جبکہ دوسرے لوگ اس کو نہایت غور سے سنتے
تھے۔ لیکن جب غدر کی مصیبت آئی تو سب
کچھ اجڑ گیا۔ شاہی خاندان کا تخت تاراج ہو گیا۔
بہادر شاہ ظفر انگریز حکمرانوں سے بچتے ہوئے
اورنگزیب کے مقبرے میں پناہ لی۔ جبکہ مرزا
شاہ زور دشمنوں سے بچتے بچاتے میواتیوں کے ہاں
پہنچ گیا۔ میواتیوں نے مرزا شاہ زور کے خاندان
سے نہایت نیک سلوک کیا۔

تشریح:-

برصغیر پاک و ہند پر جب
غدر کی مصیبت آئی تو بہادر شاہ ظفر کا
خاندان اجڑ گیا۔ مرزا شاہ زور اپنی ماں،
بہن اور بیوی کے ہمراہ نکل کر دہلی سے
میواتیوں کے ہاں پہنچ گیا۔ مرزا شاہ زور کی ماں نے چونکہ ایسے
حالات میں گزاری تھی۔ جس کو سادی نعمتیں

میسر تھی۔ اُن کے گھر میں نوکر ہوتے تھے جو اس کے ہر ناز و ادا کو برداشت کرتے تھے۔ لیکن جب غدر کی مصیبت آگئی تو یہ ان کیلئے موت سے کہیں کم نہ تھی۔ غدر کی مصیبت ایسا صدمہ تھا جو اس وقت ماں کی موت کا باعث بن سکتا تھا لیکن ابھی وہ بچ گئی۔ لیکن یہ صدمہ ایسا لگا تھا جس کی وجہ سے وہ بعد میں وفات پاگئی۔ جب صبح ہوگئی، میواتیوں کو یہ خبر ہوگئی کہ مرزا شاہ زور کی ماں انتقال کرگئی ہے۔ لہذا انہوں نے اکھٹا ہوکر مرزا شاہ زور کی والدہ کو کفن دفن کا انتظام کیا گیا۔ یہ عورت جنھوں نے ساری عمر ایک پری اور شہزادی کیطرح گزاری تھی۔ ساری عمر لوگوں پر بادشاہی کی تھی، آج وہ عمر میں سپردخاک ہوگئی۔ آج اس کی ذات محتاج ہے، ان کے لئے اب کوئی بھی چیز کام نہیں آئے گی سوائے اس کے اعمال۔

(3)

سوال نمبر 5:

میرا پسندیدہ مشغلہ:۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی مختلف طبیعتیں اور مزاجیں بنائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کا خیال اور نظریہ دوسرے شخص کے خیال اور نظریہ سے الگ اور جدا ہوتا ہے۔ اسی اصول کو مدِنظر رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا بھی اپنا اپنا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنی مزاج اور عمر کے مطابق پسندیدہ مشغلے کا انتخاب کرتا ہے۔ کوئی ڈاک ٹکٹ جمع کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے تو کوئی باغبانی کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ **میرا پسندیدہ مشغلہ نادر اور نایاب کتابوں کا مطالعہ کرنا ہے۔** میں اپنے ماہانہ جیب خرچ سے کچھ حصہ پس انداز کرتا ہوں اور اس سے ایک کتاب خریدتا ہوں۔ میں اس کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتا ہوں۔ جو مشکل الفاظ اور تراکیب میرے ذہن میں نہیں آتی، وہ میں اپنی اساتذہ سے پوچھ لیتا ہوں جس کی وجہ سے میری معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ میں نے اپنی ذاتی لائبریری بنا رکھی ہے جس میں مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ کچھ کتابیں مجھے

اپنے دوستوں نے عنایت کی ہے اور کچھ کتابیں مجھے
میرے چچا نے کراچی سے بھیجی ہے - میرے چچا کو
میرے کتابوں کا مطالعہ کرنے کے شوق کا علم ہے اس لئے
وہ مجھ ہر مہینے باقاعدگی سے نئی کتابیں بھیجتا ہے -
یقیناً میرا کتابوں کے مطالعہ کرنے کا ذوق نہایت
فائدہ مند اور اچھا ہے - اُنہوں نے مجھے کئی قسم
کی کتابیں بھیجی ہے جس میں سائنسی کتابیں بھی
موجود ہے اور مذہبی اور دینی کتابیں بھی موجود ہے .
میرا مزاج کچھ اس قسم کا بن گیا ہے کہ جب میں
کوئی کتاب خریدتا ہوں جب تک میں اس کا
مطالعہ پورا نہیں کرتا مجھے چین اور سکون نہیں ملتا -
کتابوں کا مطالعہ کرنے سے میرے پاس معلومات کا
ایک وافر ذخیرہ موجود ہے کہ سکول میں مجھے تمام
طالب علم ڈکشنری کے نام سے پکارتے ہیں اور بوقت
ضرورت مجھ سے استفادہ حاصل کرتے ہیں .
خاص کر تاریخ کے متعلق میرا مطالعہ بہت زیادہ
ہے - میں نے بے شمار کتابیں بھی پڑھی ہے جس سے
میرا تاریخ کے متعلق مطالعہ کافی زیادہ ہو گیا ہے ،
اس سے مجھے اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا بھی
پتہ چل گیا ہے اور ان کے عظمتوں کا علم ہوا ہے -
اس کے ساتھ میرا پسندیدہ کتابوں میں
سے قرآن مجید بھی ہے - میں روزانہ قرآن

مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ قرآن مجید کی تلاوت
سے مجھے ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے۔ قرآن
مجید کی تلاوت سے انسان کو دنیاوی فائدہ بھی
ملتا ہے اور آخروی بھی۔

نتیجہ:

مطالعہ کتب ایک اچھا اور مفید مشغلہ ہے۔ اس
سے نہ صرف انسان کی ذات مستفید ہوتی ہے
بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے فائدہ پہنچتا
ہے۔

8